

عورت اسلامی معاشرہ میں

(مولانا) محمد شمشاد ندوی

(جملہ حقوق محفوظ)

نام کتاب:	۱	عورت اسلامی معاشرہ میں
مصنف:	:	مولانا محمد شمشاد ندوی
سن اشاعت:	:	۲۰۰۸ء
ایڈیشن:	:	اول
تعداد:	:	ایک ہزار
قیمت:	:	۸ روپے
صفحات:	:	۱۶
ناشر:	:	الکریم اسلامک اکیڈمی، شیوہر
کمپوزنگ و پرنٹنگ:	:	القلم کمپیوٹرس، رام گنج بازار، جے پور

عورت اسلامی معاشرہ میں

دونوں جہاں کے خالق و مالک نے اپنی خاص مصلحت کی خاطر اس سرزمین کو پیدا فرمایا اور ہمہ قسم کی نعمتوں، رنگ برنگ کے پھول پودوں اور مختلف قسم کی مخلوقات کو پیدا فرما کر انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور دنیا کی تمام نعمتوں و مخلوقات کو اس کے تابع بنا دیا۔ اور اس کے اندر کائنات کو تسخیر کرنے کی صلاحیت عطا کی۔ حضرت آدمؑ و حواؑ سب سے پہلے اس جہاں میں بھیجے گئے اور ان دونوں کے ذریعہ دھیرے دھیرے آبادی پھیلنے لگی اور دنیا آباد و معمور ہو گئی۔ شوہر بیوی کی پاکیزہ ملاقات سے ایک خاندان وجود میں آیا، پھر سماج کی تشکیل ہوئی۔ جب ہم خاندان اور سماج کا غائرانہ مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کا وجود نہایت ہی اہمیت کا حامل معلوم ہوتا ہے، اگر ان کا وجود ختم ہو جائے تو دنیا کی آبادی رُک ہی نہیں جائے گی بلکہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا انسانوں سے خالی ہو جائے گی، اگر ان کا وجود ختم نہ ہو لیکن ان کی صحیح تعلیم و تربیت نہ ہو تو خاندان اور سماج پاکیزہ ماحول سے محروم ہو جائے گا اور نئی نسل تباہ و برباد ہو جائے گی۔ یہ نقطہ اسلام سے پوشیدہ نہیں تھا، اس لیے اس نے ان کے فرائض تفصیل سے بیان کیے اور ان کو معاشرہ میں قابل التفات اور قابل قدر و احترام ہستی بنایا اور ان کو ایسے حقوق و مرتبے سے ہمکنار کیا جن سے وہ محروم تھیں۔

بیٹی

دنیا میں عورت کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا، لڑکی قابل نفرت چیز تھی۔ عرب میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے یا مختلف طریقے سے قتل کر دینے کا عام رواج و چلن تھا۔ اس دور کے واقعات کو سن کر آج بھی روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں، خصوصاً ان احادیث کو پڑھ کر جن میں صحابہ کرام نے اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کے واقعات حضور اکرمؐ کے سامنے بیان فرمائے اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسلام نے سب سے پہلے لڑکیوں کے زندہ درگور کیے جانے کے خلاف آواز بلند کی اور اسے گناہ عظیم قرار دیا اور ایسے موثر و فعال اقدامات کیے جن سے لڑکیوں کے قتل و ذلت کا سلسلہ بند ہو گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (۱)

”جس دن دفنائی ہوئی بے گناہ بچی سے پوچھا جائے گا کہ کس جرم میں قتل ہوئی؟“

اسلام نے صرف لڑکیوں کے قتل پر پابندی عائد نہیں کی بلکہ اس کو ہر اس جائز حق سے سرفراز کیا جس کی وہ مستحق تھی، اس کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دینے کی تاکید کی اور ان کی پرورش و نگہداشت اور تعلیم و تربیت کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ

ابْنَتَانِ أَوْ اخْتَانِ فَأَحْسَنَ صَحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ

فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ﴾ (۲)

”جس کے پاس تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو لڑکیاں یا دو بہنیں

ہوں وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے سلسلے میں اللہ سے

ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے۔“

ابوداؤد میں ہے:

﴿مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَادْبَهَنَ وَزَوَّجَهُنَّ وَاحْسَنَ

الْيَهْنَ فَلَهُ الْجَنَّةُ﴾ (۳)

”جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی اور ان کو ادب سکھایا اور ان کی

شادی کر دی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو وہ جنت کا مستحق ہے۔“

اگر لڑکی کی پرورش، تعلیم و تربیت اور نکاح میں کبھی کوئی پریشانی آئے تو اس پر اللہ

تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ ابْتَلَىٰ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ كُنْ لَهُ

حِجَابًا مِنَ النَّارِ﴾ (۴)

”جو کوئی لڑکیوں کی وجہ سے کچھ بھی آزما یا گیا اور اس نے صبر کیا تو یہ لڑکیاں اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان حائل ہو جائیں گی۔“

دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَىٰ أَهْلِكَ

اعْظَمَهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَىٰ أَهْلِكَ﴾ (۵)

”ایک دینار جسے تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو..... اور ایک دینار جسے تم

اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو، ان میں سب سے بڑھ کر اجر اس کا ہے جسے تم

اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو“

لڑکیوں پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے، جس پر اجر و ثواب ہے، حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَنْفَقَ عَلَىٰ امْرَأَتِهِ وَوَلَدِهِ وَاهْلٍ بَيْتِهِ فَهِيَ صَدَقَةٌ (۶)

”جس نے اپنی بیوی اور اولاد اور گھر والوں پر خرچ کیا تو وہ اس کے

لیے صدقہ ہے۔“

وہ والدین جنہوں نے لڑکی کی پیدائش کو خوش دلی سے قبول کیا اور اس کو محبت و الفت اور

لاڈ و پیار سے پالا پوسا اور اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا اور جوان ہوتے ہی مناسب جگہ شادی

کردی اور کبھی لڑکے کو لڑکی پر ترجیح نہیں دی تو ایسے والدین جنت کے مستحق ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ وَلَدَتْ لَهُ ابْنَةٌ فَلَمْ يَتَّخِذْهَا وَلَمْ يَهْنِهَا وَلَمْ يُوْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا

يَعْنِي الذَّكَرَ أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الْجَنَّةَ﴾ (۷)

”جس کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے اس کو زندہ درگور نہیں کیا اور

نہ اس کو کمتر سمجھا اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دی تو اللہ اس لڑکی کی وجہ سے اس کو

جنت میں داخل کرے گا۔“

زمانہ جاہلیت میں عورتیں ترکہ سے محروم رہتی تھیں لیکن اسلام نے آٹھ قسم کی عورتوں کو ترکہ میں شریک کیا، ان آٹھ میں سے ایک لڑکی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاللِّرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ

نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ،

نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ (۸)

”مردوں کے لیے بھی حصہ ہے اس چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت

نزدیک کے قریب دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس

چیز میں جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قریب دار چھوڑ جائیں، وہ

چیز قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ قطعی۔“

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ

نِسَاءً فَوَقَّوْا ثُلُثًا مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (۹)

”اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تمہاری اولاد کے بارے میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے

حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گے تو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے

گا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑ کر مرے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو نصف ملے گا۔“

اس آیت میں دو لڑکیوں کا حصہ بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن اس کی وضاحت

اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ربیع کی دو بیٹیوں

کا حصہ ثلثان مقرر فرمایا (۱۰)

اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کو

نان و نفقہ کا بوجھ اور تکلیف، تجارت اور کسبِ معاش کی دُشواریاں اور اس سلسلے کی دوسری

مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں، اس لیے مناسب یہی ہے کہ عورت جو حصہ پاتی ہے اس سے دو گنا

مرد کو دیا جائے۔ (۱۱)

مذکورہ تعلیمات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ لڑکی کی پرورش و نگہداشت، تعلیم و تربیت اور محبت و الفت ایسا عظیم الشان فریضہ ہے جس کی ادائیگی پر والدین اور اولیاء، جنت کی لازوال نعمتوں سے ہمیشہ ہمیش کے لیے لطف اندوز ہوں گے۔ چند سال کی قربانی پر ایسا انعام ملے گا جس کی منفعت کبھی ختم نہ ہوگی۔ خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کو اس فریضہ کو ادا کرنے کی سعادت ملی اور وہ اس فریضہ کو ادا کر کے جنت کے مستحق ہوئے۔

موجودہ دور میں لڑکیوں کی شادی دشوار ہو جانے کی وجہ سے والدین پریشانی و الجھن میں مبتلا ہیں لیکن آئندہ اس پریشانی کا بدلہ انہیں جنت کی شکل میں ملے گا۔ صد افسوس کہ مسلمان ان روشن تعلیمات سے نااہل ہیں یا عدمِ توجہی کے شکار ہیں۔ باطل عقائد و تصورات نے ان کے ذہن کو مسخ کر دیا ہے۔ ان میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جن کے چہرے لڑکیوں کی پیدائش پر غم و اندوہ کے لاوے بن جاتے ہیں اور ان کے اقوال و کردار سے لڑکیوں کی حقارت و ذلت صاف نظر آتی ہے۔ بسا اوقات لڑکیوں کی شادی پر کثیر اخراجات اور پریشانی ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے اور وہ خود موت کو گلے لگا لیتے ہیں یا اپنی لڑکی کو ہلاک کر دیتے ہیں، یا آخرت کو بھلا کر ناجائز دولت حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ اب مسلم معاشرہ میں الٹرا سونو گرافی مشین سے جنس کی شناخت کر کے پیٹ میں ہی ان کو ہلاک یا پیدائش کے بعد ان کو ہلاک کر دینے کا رجحان اب نیا نہیں رہا ہے۔ دوسری جانب لڑکی کی شادی میں اخراجات و لوازمات میں زیادتی کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم معاشرہ میں لڑکی کی پیدائش و نگہداشت، تعلیم و تربیت اور محبت و الفت کا اسلامی ماحول بنایا جائے اور امت کے ہر فرد تک اسلامی تعلیمات تقریر و تحریر اور علمی اقدامات کے ذریعہ پہنچائی جائے اور انہیں خصوصیت کے ساتھ یہ بتایا جائے کہ اس فریضہ کی ادائیگی پر ایسا اجر و ثواب ہے جس کی منفعت و نفع رسانی کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی لڑکی کی تعلیم و تربیت کا باضابطہ نظم کیا جائے اور ان کی شادی کو آسان سے آسان تر بنانے کی سعی کی جائے۔ انشاء اللہ یہ جہد و سعی جہاں ہمارے لیے کامیابی کا باعث ہوگا، وہیں برادرانِ وطن کے لیے بھی عبرت و نصیحت کا موثر ذریعہ ہوگا۔

بیوی

زوجین کی خوشگوار زندگی سے خوشگوار خاندان وجود میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان محبت و الفت اور سکون داخل فرمایا اور اس محبت و سکون کو پائیدار بنانے کے لیے دونوں کو اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ کیا۔ جب دونوں اپنے اپنے فرائض کو انجام دیتے رہتے ہیں تو ان کے لیے دنیا جنت نشان بن جاتی ہے، لیکن جب ان میں سے کوئی اپنے اوپر عائد حقوق و فرائض سے غفلت و لاپرواہی کرتا ہے تو دنیا باوجود اپنی رعنائی و دلکشی کے جہنم کدہ بن جاتی ہے اور دونوں کا ایک ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہو جاتا ہے اور محبت و سکون کی جگہ نفرت و عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ نفرت و عداوت زوجین ہی نہیں بلکہ دونوں خاندان کے درمیان آہنی دیوار بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات معاملہ طلاق اور مقدمہ بازی تک جا پہنچتا ہے۔ جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں زوجین کے حقوق و فرائض کی بابت ایسے تفصیلی احکام و مسائل پاتے ہیں جن سے عادلانہ و متوازن حقوق تک انسانی دماغ کی رسائی ممکن نہیں۔

بیوی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿خَيْرِكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي﴾ (۱۲)

”تم میں اچھا وہ ہے جس کا سلوک اپنے اہل و عیال سے اچھا ہو اور میں تم

میں اپنے اہل کے بارے میں سب سے اچھا ہوں۔“

اسلام نے شوہر کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی دلجوئی کرے اور اس کے طعام، پوشاک اور

رہائش کا بہتر نظم کرے، اس کی معمولی غلطیوں کو معاف کرے، اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھے۔

ایک صحابیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا:

﴿مَا حَقَّ الْمَرْأَةُ عَلَى الزَّوْجِ؟ قَالَ أَنْ يَطْعَمَهَا إِذَا طَعِمَ وَأَنْ

يَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَى، وَلَا يَضْرِبَ الْوَجْهَ وَلَا يَقْبَحَ وَلَا يَهْجُر

الْأَفَى الْبَيْتِ﴾ (۱۳)

”بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب خود کھائے تو اس کو

کھلائے، جب خود پہنے تو اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے، نہ اس کو برا بھلا کہے، نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لیے علاحدہ کرے۔“
حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
﴿لَا يَفْرِكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً أَنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهُ آخِرُ﴾ (۱۴)
”کوئی مومن کسی مومنہ سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہو تو دوسری عادت سے راضی ہو جائے۔“

اس حدیث میں شوہر کو بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور اس کی کوئی عادت ناپسند ہو تو اس کو نظر انداز کرنے کا حکم ہے، عورت کی فطری کجی کو سیدھا کرنے کی کوشش کا راستہ طلاق پر ختم ہوتا ہے، اس لیے اس کے عیوب کو نظر انداز کرتے ہوئے زندگی کے سفر کو خوشگوار بنائے رکھے اور اس کو ستانے اور پریشان کرنے کے لیے بہانے نہ ڈھونڈھے اور اس کو جدا کرنے سے پہلے اس آیت کو پیش نظر رکھے۔

﴿وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُورَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا، إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا، إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا، إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾ (۱۵)

”اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بددماغی کا احتمال ہو تو ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو لیٹنے کی جگہ تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی رفعت اور عظمت والے ہیں اور اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی کو جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو، مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی کو جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو، اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ

ان میاں بیوی میں اتفاق فرمادیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑے خبر والے ہیں۔“

جو لوگ آیات قرآنی کو نظر انداز کر کے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دے دیتے ہیں وہ گناہ عظیم کا ارتکاب کرتے ہیں اور وہ اپنی نازیبا حرکت سے جہاں اپنے آباد گھر کو ویران کر دیتے ہیں اور اپنے بچوں کے مستقبل کو تاریک بنا دیتے ہیں، وہیں دشمنان اسلام کو اسلام اور مسلمانوں پر ہنسنے اور طعنہ زنی کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں، وہ دونوں جہاں میں سزا اور ذلت کے مستحق ہیں۔ لیکن جو لوگ مذکورہ آیات قرآنی پر عمل کرنے کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہیں تو اسلام میں باوجود ناپسندیدگی کے اجازت ہے، اس وقت طلاق کی ضرورت و اہمیت اتنی ہو جاتی ہے جتنی کہ جسم کے کسی حصہ میں کینسر ہو جائے تو اس حصہ کو کاٹ پھینکنے کے علاوہ کوئی بہتر صورت نہیں رہ جاتی۔ طلاق کو ہر حال میں ممنوع قرار دینا کینسر کے پورے جسم میں پھیل جانے کی اجازت دینے کے مترادف ہے۔ دنیا کے مذاہب طلاق کے معاملہ میں افراط و تفریط کے شکار ہیں۔ دو بڑے مذاہب عیسائی اور ہندو دھرم میں طلاق کی اجازت نہیں ہے، ان کے برخلاف یہودی مذہب میں معمولی سی معمولی بات پر طلاق کی کھلی اجازت ہے، لیکن اسلام کا قانون طلاق افراط و تفریط سے پاک ہے اور عقل و فطرت کے مطابق ہے۔ طلاق کی اجازت نہ دینا خلاف فطرت ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے وہ مذاہب و اقوام جن کے یہاں طلاق کی اجازت نہیں تھی، وہ اپنے ملکی قوانین میں طلاق و جدائی کا دستور وضع کرنے پر مجبور ہوئے، افسوس کہ اسلام کے چشمہ صافی سے سیراب ہو جانے کے بجائے اپنی عقل کو کافی سمجھا اور راہ راست سے بھٹک گئے، نتیجتاً ان ممالک میں طلاق کی شرح ۴۸ فیصد تک جا پہنچی۔ مسلمانوں میں طلاق کی اجازت کے باوجود طلاق کی شرح ۱۱ فیصد سے متجاوز نہ کر سکی۔

قابل ذکر یہ بھی ہے کہ اگر عورت کے لیے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہو جائے تو وہ اس سے خلع اور تفریق کے ذریعہ علیحدہ ہو سکتی ہے۔

اسلام نے بیوی کا مہر، کھانا، لباس اور رہائش شوہر کے ذمہ عائد کیا ہے۔ اس کو اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے گھر سے باہر نکلنے اور جدوجہد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ تجارت یا دیگر ذرائع آمدنی اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس کی دولت کو گھریلو کام کاج میں خرچ کرنے کا پابند نہیں بنایا گیا ہے، اس کو شوہر کے مال کا نگہبان ہی نہیں بنایا گیا بلکہ اس میں بقدر ضرورت تصرف کرنے کا بھی اختیار دیا ہے، اگر شوہر اس کی ضروریات کی تکمیل میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کو اسلام نے بقدر ضرورت شوہر کے مال سے بلا اجازت لینے کا بھی حق دیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت ہندہ بن عتبہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا؟

﴿ان أبا سفيان رجل شحيح و ليس يعطيني مايكفيني وولدي إلا ما أخذ منه، وهو لا يعلم فقال : خذْ مايكفيك وولدك بالمعروف﴾ (۱۶)

”یعنی ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ اتنا نہیں دیتے جتنا میرے اور میری اولاد کے لیے کافی ہو جائے، اس لیے میں اس کے علم میں لائے بغیر اس کے مال سے لے لیتی ہوں، یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا معروف طریقے سے اتنا لے لو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے کافی ہو جائے۔“

عورت گھر کی ملکہ ہے اور اس کو اپنے محدود دائرہ میں جائز تصرف کا پورا حق حاصل ہے، اگر وہ شوہر کے رشتہ دار کے ساتھ رہنے کے بجائے علیحدہ رہائش کا مطالبہ کرتی ہے تو شوہر کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اس کے لیے علیحدہ رہائش کا انتظام کرے، وہ اس کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا ہے، یہاں تک کہ شوہر اپنے والدین کی خدمت کرنے پر اپنی بیوی کو مجبور نہیں کر سکتا ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے والدین کی خود خدمت کرے یا کسی خادمہ کے ذریعہ کرائے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ عورت کھانا پکانے اور بچوں کو دودھ پلانے کی پابند نہیں ہے، البتہ اس پر شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری، اس کی خوشی و راحت کا خیال رکھنے کی اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ شوہر کی ہر جائز خوشی و راحت میں شریک ہونا ایک بیوی کا نشان امتیاز ہے۔ صالح بیویاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنت

ابی بکرؓ کو اپنا آئیڈیل بناتی ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ایما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة﴾ (۱۷)

”اگر عورت اس حالت میں وفات پا جاتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے خوش تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔“

شریعت نے عورت کو اپنے شوہر کے انتخاب میں اپنی رائے کے اظہار کا حق دیا ہے اور شوہر کے انتقال کے بعد یا طلاق، خلع یا تفریق کے بعد دوسری شادی کی بھی اجازت دی ہے۔ برادران وطن کی وجہ سے ہمارے معاشرہ میں بھی عورت کی دوسری شادی کو معیوب خیال کیا جاتا ہے، یہ درست نہیں ہے۔ الغرض عورت بحیثیت بیوی کے جن حقوق کی مستحق تھی، ان سے اسلام نے اس کو سرفراز کیا ہے۔

ماں

انسان کی پرورش و نگہداشت، محبت و الفت اور ترقی و کامرانی میں ماں کا کردار نہایت ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان ماں کا نعم البدل کبھی حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ انسان پر ماں کے عظیم احسانات ہیں، ان احسانات میں سے کسی ایک احسان کا بدلہ بھی ادا کرنا چاہے تو ادا نہیں کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ماں کی خدمت و فرمانبرداری کو جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الجنة تحت اقدام امهاتکم﴾ (۱۸)

”یعنی جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔“

جب ماں کے درجہ و مرتبہ اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی بابت قرآن و احادیث اور اسلاف کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اتنی تفصیلات ملتی ہیں کہ جو ہزاروں صفحات پر محیط ہو جائیں لیکن ہم یہاں اس پر سرسری نظر ڈالیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (۱۹)

”اور تیرے رب نے حکم کر دیا کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔“

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حِمْلَتَهُ امَهٌ وَهَنَا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفَضْلُهُ فِي عَامِينَ﴾ (۲۰)

”اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے واسطے تاکید کی کہ اس کی ماں نے اس کو تھک کر اپنے پیٹ میں رکھا اور دو برس تک دودھ پلایا۔“

اس آیت میں اللہ رب العزت نے اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے والدین کی خدمت و فرمانبرداری کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اسی آیت میں اولاد کو اف تک نہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفٍ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا﴾ (۲۱)

”اگر تیرے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے نرمی سے، انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے، جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا، پرورش کی۔“

اگر والدین کا حکم اللہ اور اس کے رسول کی مرضی و خوشنودی کے خلاف ہو تو ان کے حکم کو مسترد کر دیا جائے گا، لیکن ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے گا اور ادب و احترام میں کمی نہیں کی

جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ (۲۲)

”اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی ترے پاس کوئی دلیل نہیں ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا۔“

سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت میں جب ہم خصوصیت سے ”قولا کریم“ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں نہایت درجہ ادب و احترام کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ حضرت زبیر بن محمدؓ نے قولا کریم کی تفسیروں کی ہے، جب ماں باپ تجھ کو بلائیں تو تو کہے میں حاضر ہوں اور تعمیل ارشاد کے لیے موجود ہوں (۲۳) حضرت حسن کا قول ہے کہ اف کے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کے تکلیف دینے کا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی حرام قرار دیتے۔ (۲۴) حضرت سعید بن المسیب نے قولا کریم کی تفسیروں بیان کی ہے ”زر خرید غلام جس طرح سخت آقا سے گفتگو کرتا ہے اسی طرح والدین سے بات کرے تو قولا کریم پر عمل ہو سکتا ہے“ (۲۵)

اللہ کے نزدیک نماز کے بعد سب سے پسندیدہ عمل والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال : سألت النبی ﷺ أَىَّ العمل أحبُّ إلى الله؟ قال : الصلوة على وقتها، قال ثم أی؟ قال : ثم بر الوالدین، قال ثم أی؟ قال : الجهاد فی سبیل الله ﴿﴾ (۲۶)

”عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نماز اپنے وقت پر، میں نے کہا پھر کون سا عمل ہے؟ آپؐ نے فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے کہا پھر کونسا؟ فرمایا اللہ

کے راستہ میں جہاد۔“

قرآن وحدیث اور کتب سیرت میں جہاد کی اہمیت و فضیلت کا تفصیلی بیان موجود ہے اور اس راستہ میں جان و مال کی قربانی کرنے والوں کے لیے جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے، لیکن اس مہتم بالشان فریضہ پر بھی والدین کی خدمت کو ترجیح دی گئی ہے۔

﴿عن عبد الله بن عمرو قال : جاء الى النبي ﷺ يستأذنه في الجهاد، فقال أحى والداك؟ قال نعم، قال فيهما فجاهد﴾ (۲۷)

”عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ کہا ہاں، تو آپؐ نے فرمایا ان کی خدمت کرو، اسی میں جہاد کا ثواب ملے گا۔“

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا:

﴿يا رسول الله! أردت ان اغزو، وقد جئت استشيرك، فقال: هل لك من أم؟ قال: نعم، قال: فالزمها فان الجنة عند رجلها﴾ (۲۸)

”یا رسول اللہ! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں، میں آپؐ کے پاس مشورہ کے لیے آیا ہوں، آپؐ نے فرمایا، کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ کہا ہاں، آپؐ نے فرمایا ان کے پاس رہو، جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔“

والد اپنی اولاد کی پرورش و نگہداشت اور تعلیم و تربیت میں اہم رول ادا کرتا ہے اور اپنی راحت و آرام کو قربان کر کے اس کے مستقبل کو سنوارنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے اور اس کے برسر روزگار ہونے تک اس کی کفالت کی ذمہ داری کو نبھاتا ہے، لیکن اولاد کی پرورش و نگہداشت، تعلیم و تربیت اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے میں ماں زیادہ اہم رول ادا کرتی ہے اور اس کو نو ماہ پیٹ میں رکھ کر اور تکلیف اٹھا کر اس کو جنم دیتی ہے اور اپنی راحت کو قربان کر کے نہایت ہی لاڈ و

پیار سے اس کی پرورش و نگہداشت کرتی ہے، لہذا والد کے مقابلہ میں ماں زیادہ حسن سلوک کی حقدار ہے۔

﴿عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله من أحق الناس بحسن صحابتي؟ قال أمك، قال ثم من؟ قال ثم أمك، قال ثم من؟ قال ثم أمك، قال ثم من؟ قال ثم أبوك؟﴾ (۲۹)

”ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہا، یا رسول اللہ لوگوں میں میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہارے والد۔“

تین قسم کے اشخاص پر جنت حرام ہے، ان میں ایک والدین کا نافرمان بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ثلاثة لا يدخلون الجنة العلق لوالديه والممدن على الخمر والمنان بما اعطى﴾ (۳۰)

”تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، والدین کی نافرمانی کرنے والا، شراب کا عادی اور دینے کے بعد احسان جتانے والا۔“

انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک اور فرماں برداری سے دونوں جہاں میں کامیابی ملتی ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو والدین کی خدمت کر کے جنت کے مستحق ہوئے۔

بہن

انسان کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک نعمت بہن بھی ہے۔ بڑی بہن کی شفقت و محبت، دلجوئی و ہمدردی اور تعلیم و رہنمائی سے بھائی کو خوشی و راحت اور کامیابی و ترقی حاصل ہوتی ہے۔ بہن تعلیم اور بہترین تربیت کی حامل ہو تو بھائی میں اس کے مفید اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بھائیوں کی بیویوں اور اولاد کو راحت و آرام، سکون و اطمینان اور کامیابی و ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ پورا گھر جہنم کدہ بن جاتا ہے۔ چھوٹی بہن کی پیاری پیاری باتیں اور بے لوث خدمت سے بھائی کی زندگی خوشگوار بن جاتی ہے۔ بھائی کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس سے شفقت و محبت کرے اور اس کی راحت و آرام اور ترقی و کامیابی کے لیے کوشش کرے اور اس کی اچھی تعلیم و تربیت کرے، امور خانہ داری سے واقف کرے اور اپنی بیوی اور بچوں کو پابند کرے کہ وہ اس کی راحت و خوشی کا خیال رکھے اور اپنے قول و عمل سے اس کو تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی ترقی و کامیابی میں خوش دلی سے حصہ لے۔ شادی کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کے لیے بہترین شوہر کا انتخاب کرے اور پوری زندگی اس سے اچھے تعلقات رکھے۔

”حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں، وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے سلسلے میں اللہ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے۔“

بہن کی اچھی تعلیم و تربیت سے نہ صرف اس خاندان کو فائدہ پہنچتا ہے جہاں وہ پیدا ہوئی ہے بلکہ وہ اس خاندان کے لیے مفید و نافع اور راحت رسا بن جاتی ہے، جہاں وہ شادی کے بعد جاتی ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ حقوق و فرائض سے محروم عورت کو اسلام نے ایسے حقوق و فرائض سے ہمکنار کیا جو اس کے لیے دونوں جہاں میں نافع و سودمند ہیں۔ اسلام کے ظہور کے بعد دنیا نے پہلی مرتبہ عورت کی اہمیت و وقعت کا مشاہدہ کیا۔ معاشرہ کی صلاح و فلاح اور آئندہ نسل کو کامیابی و ترقی سے ہمکنار کرنے میں عورتوں کی صلاح و

تقویٰ اور پاکیزہ اخلاق و کردار بجد اہمیت و وقعت کے حامل ہیں۔ یہ نقطہ اسلام سے کیوں کر مخفی رہ سکتا تھا۔ بیٹی، بہن، بیوی اور ماں کی صلاح و تقویٰ اور پاکیزہ اخلاق و کردار سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے اور ان کا اپنے فرائض و ذمہ داری سے غفلت و کوتاہی کرنے سے معاشرہ کی پاکیزگی ختم ہو جاتی ہے اور آئندہ نسل پاکیزہ معاشرہ سے محروم ہو جاتی ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کا بہترین نظم کیا جائے تاکہ ان کو بخوبی معلوم ہو جائے کہ ان کے حقوق کیا ہیں اور ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ہر عمر کی عورتوں کی اس طرح ذہن سازی کی جائے کہ دین اسلام پر چلنا ان کی فطرت ثانیہ بن جائے، اس کے بغیر صالح معاشرہ کا کامل وجود ناممکن ہے۔ و ما توفیقی الا باللہ

☆☆☆

مراجع:

- ۱۔ سورہ بکورہ ۹-۸
- ۲۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ ابوداؤد ج ۴ ص ۳۴۰، ح نمبر ۵۱۴۷، دارالحدیث القاہرہ ۴۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۸۱
- ۵۔ مسلم ج ۲ ص ۶۹۰
- ۶۔ الترغیب والترہیب للمندری ج ۳ ص ۶۲
- ۷۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۲۳۰، دارالفکر العربی بیروت ۸۔ سورۃ النساء آیت: ۷
- ۹۔ سورۃ النساء آیت: ۱۱
- ۱۰۔ نیل الاوطار ج ۶ ص ۶۲، داراحیاء التراث العربی بیروت
- ۱۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۵۷
- ۱۲۔ ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۳۶
- ۱۳۔ ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۹۳، ح نمبر ۱۸۵، مکتبۃ العلمیہ بیروت ۱۴۔ مسلم ج ۲ ص ۱۰۹۱، باب الوصیۃ بالنساء
- ۱۵۔ سورۃ نساء آیت ۳۴-۳۵
- ۱۶۔ بخاری ج ۵ ص ۲۰۵۲، ح ۵۰۹۴
- ۱۷۔ ترمذی ج ۳ ص ۴۶۶، حدیث ۱۱۶۱
- ۱۸۔ تمییز الطیب من الخبیث للعلامہ عبدالرحمن بن علی ص ۷۵، ح ۴۹۱
- ۱۹۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۲۳
- ۲۰۔ سورہ لقمان آیت ۱۴
- ۲۱۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۲۴
- ۲۲۔ سورہ لقمان آیت ۱۵
- ۲۳۔ درمنثور ج ۴ ص ۱۷۱، دارالمعرفۃ بیروت
- ۲۴۔ ایضاً
- ۲۵۔ ایضاً
- ۲۶۔ بخاری ج ۵ ص ۲۲۲۷، ح ۵۶۲۵
- ۲۷۔ مسلم ج ۲ ص ۱۹۷۵
- ۲۸۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۱۶، دارالایمان دمشق
- ۲۹۔ صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۹۷۵، ح ۲۵۴۸، داراحیاء التراث العربی بیروت
- ۳۰۔ نسائی ج ۵ ص ۸۰، باب المنان بما أعطی۔ داراحیاء التراث العربی بیروت



WWW.MUJAHID.XTGEM.COM

